21

اطاعت، اطاعت، اطاعت خلاصہ ہے دین کا

(فرمودہ 2/ جون 1944ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"دنیا میں ہر کام کے لیے کچھ رستے ہوتے ہیں اور اُن رستوں کے بغیر کسی جماعت کا ترقی کرنا بالکل ناممکن ہوتا ہے۔ قومی ترقی کے رستوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو قومی کارکن اور جماعتی خادم ہوں اُن کے اندر اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ پایا جائے۔ جب تک اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ پوری طرح نہ پایا جائے جماعتی کام کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ جماعتوں کے سرے ہمیشہ مضبوط ہاتھوں میں نہیں ہوسکتے۔ کبھی یہ ایسے ہاتھوں میں ہوتے ہیں جو مضبوط ہوتے ہیں اور کبھی ایسے ہاتھوں میں جو کمزور اور نرم ہوتے ہیں۔ جس وقت یہ رشتہ مضبوط دل والے آدمی کے ہاتھ میں ہو اطاعت سے گریز کرنے والے یا تو اپنا رویہ بدل لیتے ہیں یا علیحدہ کر دیے جاتے ہیں۔ مگر جب یہ رشتہ کسی ایسے آدمی کے ہاتھ میں ہو جو کمزور دل کا ہو تو اُس وقت ایسے سرکش لوگ جماعتوں کو توڑنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں خواہ اُن کی نیتیں کیسی ہی نیک اور اعلیٰ کیوں نہ ہوں۔ پس جماعتی ترقی کے لحاظ سے اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ کارکنوں میں ہونا نہایت ہی ضروری ہوتا ہے۔ اِسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

کہ مَنْ أَطَاعَ أَمِيْرِیْ فَقَدْ أَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی أَمِيْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ1 یعنی جو شخص میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا میری اطاعت کرتا ہے اور جو میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ مگر انسانی کمزوریوں میں جہاں اَور نقائص ہوتے ہیں مثلاً جھوٹ، غیبت، سُستی، کسل وغیرہ یا طنز وطعن کی بات کرنا وہاں بعض لوگوں میں یہ نقص بھی ہوتا ہے کہ وہ اطاعت سے گریز کرتے ہیں اور جب بھی انہیں کوئی حکم ایسا دیا جاتا ہے جو اُن کی پسند کے خلاف ہوتا ہے تو وہ مقابلہ کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں سے قوم کو کلی طور پر پاک کرنا تو ناممکن ہوتا ہے مگر اس کی برداشت کرلینا بھی ناممکن ہے۔ بے شک ایک انسان کی عادت ہی ایسی ہو سکتی ہے اور وہ اپنی فطرت کے لحاظ سے ایسا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ افسر کے احکام کو نہ مانے اور جب وہ کوئی حکم دے تو اس پر حملہ کرنے اور کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر جہاں وہ اپنی فطرت کے لحاظ سے مجبور ہے وہاں سلسلہ بھی مجبور ہے کہ اگر ایسا انسان اپنی اصلاح نہ کرے تو اُسے جماعتی کاموں سے علیحدہ کر دیا جائے۔ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کی طبیعت ہی ایسی ہے اور وہ مجبور ہے مگر جماعت بھی مجبور ہے کہ اگر وہ اپنی طبیعت کی اصلاح نہ کرے تو اُسے جماعتی کاموں سے علیحدہ کر دے۔ عدمِ اطاعت کی کئی وجوہ ہوتی ہیں۔ ایسا شخص کبھی تو ایسے خاندان سے تعلق رکھنے والا ہوتا ہے کہ جس کی لوگ عزت کرتے ہیں اور اِس وجہ سے اُس کا دماغ خراب ہو چکا ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کسی کو مجھے حکم دینے کا حق نہیں۔ کبھی اِس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کسی بیماری کے نتیجہ میں اس کی طبیعت میں چڑچڑا پن پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ کبھی اُس کے اندر غرور اور کِبر کا مادہ ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مَیں اتنا بڑا عالم اور عقلمند انسان ہوں کہ کسی کو مجھے کوئی حکم دینے کا حق ہی نہیں۔ پھر بعض لوگ ایسی دماغی پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ جو کام بھی اُن کے سپرد کیا جائے وہ کہتے ہیں کہ جب تک اس کام کی باگ ڈور کُلّیۃً میرے ہاتھ میں نہ دی جائے اور تمام اختیارات مجھے حاصل نہ ہوں کام ٹھیک طرح چل ہی نہیں سکتا۔ ہندوستان کے لوگوں میں بالخصوص یہ خرابی پائی جاتی ہے کہ جو کام بھی اُن کے سپرد ہو وہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام اختیارات اُن کے ہاتھ میں ہوں۔ سندھ کی زمینوں کے بارہ میں مَیں نے اس کا خوب تجربہ کیا ہے۔

وہاں جس شخص کو مقامی ایجنٹ بنایا جائے وہ یہی کہتا ہے کہ اختیارات میرے ہاتھ میں نہیں پھر کام کس طرح ٹھیک طور پر چل سکتا ہے۔ اور اُس کی مراد اِس سے یہ ہوتی ہے کہ مرکز نے جو اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے ہوئے ہیں وہ بھی جب تک ایجنٹ کے ہاتھ میں نہ دے دیے جائیں کام ٹھیک طرح نہیں چل سکتا۔ اور منیجر (MANAGER) یہ کہتے ہیں کہ جب تک اختیارات ایجنٹ کے ہاتھ میں ہیں کام ٹھیک نہیں ہو سکتا اختیارات ہمارے ہاتھ میں ہونے چاہییں۔ منیجروں کے بعد منشی ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اختیارات تو منیجروں کے ہاتھ میں ہیں کام کیسے چلے۔ تمام خرابی اِسی لیے ہے کہ اختیارات منیجروں کے سپرد ہیں۔ اور ہاری کہتے ہیں کہ ہمیں آزادی کے ساتھ کام کرنے دیں پھر دیکھیں کیسا اچھا کام ہوتا ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ سب کے دماغ پریشان ہیں۔ نہ ایجنٹ کا دماغ ٹھیک ہے نہ منیجر کا، نہ منشی کا ٹھیک ہے اور نہ ہاری کا۔ ہندوستان میں یہ عام مرض ہے کہ جو بھی کسی کام پر مقرر کیا جائے وہ کہتا ہے کہ سارے اختیارات مجھے مل جائیں تب کام ٹھیک طور پر چل سکتا ہے ورنہ نہیں۔ حالانکہ نظام کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اختیارات تقسیم ہو جائیں۔ مگر ہر شخص چاہتا یہ ہے کہ تمام اختیارات اُس کے ہاتھ میں ہوں۔ پھر اِس کے اُلٹ ایک اَور بات بھی ہے۔ جس طرح ہر ماتحت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ تمام اختیارات مجھے مل جائیں اِسی طرح ہر افسر یہ کوشش کرتا ہے کہ تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے۔ جس طرح ہر ماتحت اپنے اوپر والے کے اختیارات چھیننا چاہتا ہے اِسی طرح ہر اوپر والے کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ سب اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے۔

مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک عرصہ تک اصلاح کی صورت رہنے کے بعد پھر یہ مرض سلسلہ کے بعض کارکنوں میں پیدا ہونے لگا ہے۔ آج سے 15، 20 سال پہلے ایسی خرابی پیدا ہوئی تھی مگر وہ دبانے سے دب گئی۔ لیکن اب پھر کچھ نوجوان ایسے ہیں جو حکم نہیں مانتے اور سرکشی کرتے ہیں۔ جس طرح جب کسی جانور کو چھیڑا جائے تو وہ دولتی مارتا ہے اِسی طرح ان کی حالت ہے۔ جب انہیں کوئی حکم دیا جائے تو وہ دولتی مارنے اور کاٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا کلام غیر شریفانہ اور ناشائستہ ہوتا ہے۔ انہیں مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور اطاعت و فرمانبرداری کی عادت ڈالیں۔ اور مَیں افسروں کو بھی نصیحت کرتا ہوں

کہ وہ بھی سیدھا راستہ اختیار کیا کریں۔ وہ صاف کہہ دیں کہ مجھے یہ حکم دینے کا اختیار ہے اور مَیں یہ حکم دیتا ہوں۔ اگر مانتے ہو تو مانو ورنہ انکار کر دو اور پھر ایسے موقع پر بزدلی نہ دکھانی چاہیے اور ایسے لوگوں کے متعلق فوراً فیصلہ کر دینا چاہیے۔ خط و کتابت پر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ جواب دِہ ہیں اپنے افسروں کے سامنے، اپنے ماتحتوں کے سامنے نہیں۔ صدر انجمن احمدیہ میرے سامنے ذمہ دار ہے، ناظر صدر انجمن احمدیہ کے سامنے ذمہ دار ہیں، ان کے ماتحت مجالس یا افسر اُن کے سامنے ذمہ دار ہیں اپنے ماتحتوں کے سامنے نہیں۔ پس ایسی صورت میں کسی افسر کو خط و کتابت پر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ صاف کہہ دے کہ یہ میرا اختیار ہے اور مَیں یہ حکم دیتا ہوں اور اِس کی تعمیل ضروری ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ ماتحت اُس حکم کے خلاف اپیل کر سکتا ہے۔ مگر حکم ملتے وقت اُس کا فرض ہے کہ اُس حکم کی تعمیل کرے۔ اِس کے بعد اگر وہ سمجھتا ہے کہ اُس حکم کا دینا افسر کے اختیار میں نہ تھا تو وہ اس کی اپیل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی انکار کرتا ہے تو فوراً اُس کے متعلق فیصلہ کیا جائے لٹکانے کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی بزدلی کی بات ہوتی ہے کہ ماتحت کی بات سن کر فیصلہ نہ کیا جائے اور بحث اور دلائل میں پڑا جائے۔ اِس کے بعد وہ کارکن یا تو حکم کی تعمیل کرے گا اور کام کرے گا یا پھر کام چھوڑ دے گا۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حکم مان لے مگر افسروں کے پاس اپیل کرے۔ اگر اپیل کا فیصلہ اُس کے حق میں ہو تو پھر افسر کا فرض ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔

اِس سال تعلیم الاسلام ہائی سکول کا نتیجہ بہت خراب نکلا ہے۔ سال بھر میرے پاس ایسی شکایات آتی رہی ہیں کہ اساتذہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اور ہیڈ ماسٹر سے تعاون نہیں کرتے اور یہی وجہ ہے کہ نتیجہ سخت خراب نکلا ہے۔ استاد اپنی تنخواہیں بھی لیتے رہے ہیں، اپنے عُہدوں پر بھی قابض رہے ہیں مگر کام دیانتداری سے نہیں کرتے رہے اور انہوں نے نوجوانوں کی عمریں خراب کر دی ہیں۔ وہ اس بات پر بہت خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ سکول کی بلڈنگ نہایت شاندار ہے، فلاں انسپکٹر اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اُس نے کہا کہ ایسی شاندار بلڈنگ سارے پنجاب میں کسی اَور سکول کی نہیں۔ مگر اس میں خوشی کی کونسی بات ہے

اگر استاد نالائق ہیں اور وہ قوم کے نوجوانوں کی عمریں تباہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ تو سلسلہ کے کارکن ہیں اور اس کام کو دیانت داری کے ساتھ کرنے کی صورت میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کا وعدہ ہے۔ اِس خدمت کا معاوضہ صرف وہ تنخواہ ہی نہیں جو ان کو ملتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کا وعدہ بھی ہے۔ مگر وہ اطاعت اور فرمانبر داری اُن لوگوں جتنی بھی نہیں کرتے جو صرف تنخواہ کے لیے کام کرتے ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت اور انعامات کے وعدوں کے باوجود اور متقی، مخلص اور مومن کہلانے کے باوجود اوقات کو ضائع کرتے اور اپنے لڑائی جھگڑوں میں قوم کے نوجوانوں کی عمریں تباہ کرتے ہیں ان سے زیادہ بے ایمان کون ہو سکتا ہے۔ انہوں نے دولتیاں مار مار کر ثابت کر دیا ہے کہ بعض انسان جانوروں سے بھی بد تر ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ 2 اور انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ واقعی بعض انسان جانوروں سے بھی بد تر ہوتے ہیں۔ میں ایسے لوگوں کو پھر متنبہ کرتا ہوں جیسا کہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا مَیں پہلے بھی توجہ دلا چکا ہوں کہ سلسلہ مقدم ہے سب انسانوں پر۔ سلسلہ کے مقابلہ میں کسی انسان کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ حتّٰی کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا بھی مجرم ہو تو اُس کا بھی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ کوئی انسان بھی سلسلہ سے بالا نہیں ہو سکتا۔ اسلام اور قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی بالا ہیں۔ اِسی طرح احمدیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی بالا ہے۔ اسلام اور احمدیت کے لیے اگر ہمیں اپنی اولادوں کو بھی قتل کرنا پڑے تو ہم اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیں گے۔ لیکن سلسلہ کو قتل نہ ہونے دیں گے۔ پس تم اپنے اندر سلسلہ کی صحیح اطاعت اور فرمانبر داری کا مادہ پیدا کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ کا فضل تم پر نازل ہو، اگر تم چاہتے ہو کہ بے دینوں کی موت نہ مرو اور ایسے مقام پر کھڑے نہ ہو کہ موت سے پہلے اللہ تعالیٰ تم کو مرتدین میں داخل کر دے تو اپنے اندر صحیح اطاعت اور فرمانبر داری کا مادہ پیدا کرو۔ **احمدیت یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ احمدیت ایک ایسی دھار ہے کہ جو بھی اِس کے سامنے آئے گا وہ مٹا دیا جائے گا۔ یہ تلوار کی دھار ہے اور جو بھی اِس کے سامنے کھڑا ہو گا وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ**

جس سلسلہ کو قائم کرنا چاہے اُس کی راہ میں جو بھی کھڑا ہو وہ مٹا دیا جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اِس لیے اِس کے مقابلہ میں کسی انسان کی پروا نہیں کی جائے گی۔ خواہ وہ کوئی ہو، خواہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا کیوں نہ ہو۔ خواہ وہ میرا بیٹا کیوں نہ ہو۔ سلسلہ مقدم اور غالب ہے ہر انسان پر۔ پس مَیں نے پھر ایک دفعہ کھول کر اس بات کو بیان کر دیا ہے تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ غفلت ہوگئی اور خیال نہ رہا۔ خوب یاد رکھو کہ اطاعت، اطاعت، اطاعت خلاصہ ہے دین کا۔ جو شخص افسر کی اطاعت نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ اُس کی نمازیں اور اُس کے روزے اور اُس کا ایمان اُسے کوئی فائدہ نہ دے سکے گا۔ وہ کفر کی سرحد پر کھڑا ہے اور ایک دھکّے سے کافروں میں جا گرے گا اور اُس کی نمازیں اور اُس کے روزے اور اُس کی زکوٰۃ اور اُس کے صدقات اُس کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ جو شخص نمازیں پڑھتا ہے، چندے دیتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے، صدقات کرتا ہے اور دوسری نیکیاں بجالاتا ہے مگر اُس میں یہ نقص ہے کہ وہ اطاعت اور فرمانبرداری نہیں کرتا تو وہ ایسے مقام پر کھڑا ہے جہاں ابلیس تھا۔ ابلیس بھی اپنے آپ کو موحّد سمجھتا تھا۔ مگر چونکہ اُس نے نشوز اختیار کیا اور نافرمانی کا مادہ اُس کے اندر تھا اِس لیے ایک دن وہ کچھ اَور تھا اور دوسرے دن کچھ اَور ہو گیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے بھی بہت خدمات کی تھیں۔ اِس لیے اُن کو خیال تھا کہ مجھ سے بڑا کون ہو سکتا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کیا تو انہوں نے کہا کہ میری خدمات بہت ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مامور کرنا ہوتا تو مَیں اِس کا مستحق تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی ایک شخص زید نام تھا جو شرک کا سخت مخالف تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں ایک دفعہ اُسے کھانا پیش کیا گیا تو اُس نے کہا کہ مَیں مشرکوں کا کھانا نہیں کھایا کرتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے شرک کبھی نہیں کیا۔ تو وہ شخص شرک کا مخالف تھا مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعویٰ کیا وہ منکر ہو گیا۔ کسی نے اُس سے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو وہی تعلیم دیتے ہیں جو آپ دیا کرتے تھے۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو اُس نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ نے کسی کو نبی بنا کر بھیجنا ہوتا تو مجھے نہ بناتا۔ تو وہ انسان جو اطاعت اور

فرمانبرداری نہیں کرتا اور سلسلہ کے کام میں تعاون نہیں کرتا وہ اس خطرہ میں ہے کہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور بے دینوں اور کافروں کی موت مرے۔

پس مَیں آج پھر یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اندر اطاعت اور فرمانبرداری کی روح پیدا کرو۔ جب تک یہ روح زندہ رہے گی احمدیت زندہ رہے گی۔ لیکن جب یہ روح مٹ گئی اور نشوز اور سرکشی کی عادت پیدا ہوگئی وہ دن اگر تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی سلسلہ کے خاتمہ کا دن ہو گا تو تم اس کا گلا گھونٹنے والے ہوگے۔ لیکن اگر وہ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سلسلہ کے خاتمہ کا نہ ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تمہارا گلا گھونٹ دیں گے۔

دوسری بات جس کے متعلق مَیں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مَیں نے پچھلے دنوں بعض تحریکات کی تھیں اور اُن کے متعلق جماعت کی حالت کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ جس حد تک جماعت نے قربانی کا عزم کیا تھا شاید عزم کی آخری حد پہنچ گئی ہے۔ ان تحریکات کے جواب میں رفتار بہت سُست ہے اور جُوں کی چال چلی جارہی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا جسم تھکے ہوئے ہیں۔ اِس میں شبہ نہیں کہ جب ایک شخص فیصلہ کر لیتا ہے کہ مَیں فلاں جگہ تک چلوں گا جب وہ جگہ آجاتی ہے تو اُس کی رفتار میں سُستی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر یہی چیز ہماری راہنمائی کا موجب بن سکتی ہے۔ انتہائی قربانیوں کے مقام پر پہنچ جانا ہی بتاتا ہے کہ اب ہمیں اپنے ارادے اَور بلند کرنے چاہییں اور وہ وقت اب ہمارے لیے آگیا ہے۔ اب ہمیں قربانیوں کے متعلق اپنے معیار کو اَور بلند کرنا ہو گا۔ اب بار بار قربانی ہوگی۔ جانوں کی بھی اور اموال کی بھی۔ بے شک جماعت نے بہت قربانی کی ہے۔ ایسی قربانی کہ جس کی مثال اَور کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔ مگر اب وقت ایسا آگیا ہے کہ ہمیں قربانیوں کے معیار کو اَور بلند کرنا پڑے گا۔ بعض ایسے کام شروع کیے گئے ہیں کہ لاکھوں کا خرچ بڑھ گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اِس سال چار پانچ لاکھ روپیہ کا خرچ بڑھ گیا ہے۔ کالج جاری کر دیا گیا ہے، سائنس انسٹی ٹیوٹ بھی کھولی جارہی ہے۔ کالج کے سلسلہ میں بلڈنگ وغیرہ کی بھی ضرورت ہے اور ان سب کے لیے چار پانچ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ اِس کے یہ معنے نہیں کہ جماعت پر زائد بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قربانیوں کے پہلے معیار سے

آگے بڑھانا چاہتا ہے اور جو کہے گا کہ مَیں آگے نہیں بڑھوں گا بلکہ کھڑا ہی رہوں گا وہ کھڑا نہ رہ سکے گا بلکہ گِرے گا۔ نظامِ قدرت میں کوئی چیز کھڑی نہیں رہ سکتی بلکہ حرکت کرتی ہے۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ بعض ستارے ساکن ہیں مگر اب اِس خیال کی تردید ہو چکی ہے اور ثابت ہو گیا ہے کہ سب چل رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی چیز کھڑی نہیں حتّٰی کہ ہمارے جسم کے ذرات بھی چکر کھاتے ہیں۔ ہم جو روٹی کھاتے ہیں، جو چائے پیتے ہیں، جو چیز بھی استعمال کرتے ہیں سب میں ایک حرکت ہے۔ اگر یہ حرکت نہ ہو تو وہ طاقت مٹ جائے جس سے وہ قائم ہیں۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں مگر جتنی دیر میں خطبہ ختم ہو گا زمین ایک لمبا فاصلہ طے کر جائے گی۔ اگرچہ ہم اس حرکت کو محسوس نہیں کرتے مگر حرکت ہو ضرور رہی ہے۔ جیسے ایک شخص لاہور سے گاڑی پر بیٹھتا ہے وہ خود بیٹھا ہی رہتا ہے مگر امرتسر پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی حرکت متوازی ہو جاتی ہے ریل کی حرکت کے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ حرکت کر رہا ہے۔ دو گھوڑے اگر بالکل متوازی دوڑتے جائیں تو اُن پر جو سوار ہوں گے وہ اگرچہ اوپر بیٹھے ہوں گے اور ساکن نظر آئیں گے، وہ آپس میں باتیں بھی کر رہے ہوں گے گویا بیٹھے ہوئے ہیں مگر دراصل وہ حرکت کر رہے ہوں گے۔ تو خدا تعالیٰ کے کاموں میں کوئی ساکن نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح کسی شخص کا ایمان بھی ایک جگہ پر ساکن نہیں رہ سکتا۔ جس وقت وہ کھڑا ہو گا گِرے گا۔ اِس وقت قربانیوں کا جو مطالبہ کیا جا رہا ہے اِس کا یہ مطلب نہیں کہ جماعت پر بوجھ ڈالا جا رہا ہے۔ بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم قربانی کے متعلق اپنے معیار کو بلند کریں۔ پہلے ہم نے اگر یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ دس فیصدی تک قربانی کریں گے تو اب اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس معیار کو بڑھا کر بیس فیصدی کر دیں۔ اگر پہلے ہمارا معیار بیس فیصدی تھا تو اِس کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسے قبول کر لیا اور اب وہ چاہتا ہے کہ اسے بڑھا کر چالیس فیصدی کر دیں۔ تو مومن سے جب بھی زیادہ قربانی کا مطالبہ کیا جائے وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری پچھلی قربانی کو قبول کر لیا ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے ایمان میں ترقی کریں۔

پس مَیں جماعت کو ہوشیار کرتا ہوں کہ جو تحریکیں کی گئی ہیں ان کی طرف پوری

توجہ کریں۔ مَیں نے مجلس مشاورت کے موقع پر غرباء کے لیے غلّہ فراہم کرنے کی تحریک کی تھی۔ جماعتوں کے نمائندے اُس موقع پر موجود تھے۔ مگر معلوم نہیں کہ وہ سوئے ہوئے تھے کہ واپس جاکر انہوں نے اِس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ قادیان کی جماعت نے بھی اور باہر کی جماعتوں نے بھی اِس میں بہت کم حصہ لیا ہے۔ مَیں نے خود پچھلے سال سَو من غلّہ اِس تحریک میں دیا تھا۔ مگر اِس سال دو سو من دیا ہے۔ اِسی طرح ملک عمر علی صاحب نے اِس سال دو سَو من غلّہ دیا ہے۔ مگر باقی دوستوں نے اِس طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ اور جنہوں نے اِس تحریک میں حصہ لیا بھی ہے اُنہوں نے دس دس یا پندرہ پندرہ سیر گندم اس تحریک میں دی ہے حالانکہ مومن کے ایمان میں ترقی کے ساتھ قربانی کا معیار بڑھنا بھی ضروری ہے۔ یہی حال دوسرے چندوں کا ہے۔ ان میں بھی بہت کوتاہی ہو رہی ہے۔ کالج کے متعلق چندہ کو اگر دیکھا جائے تو ایک درجن سے کم آدمی ایسے ہیں جن کا چندہ چالیس ہزار روپیہ ہے۔ باقی جماعتوں نے اس میں بہت ہی کم حصہ لیا ہے۔ ان چند آدمیوں کا چندہ اگر نکال کر باقی کو جماعتوں پر پھیلایا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس میں کس قدر کوتاہی کی گئی ہے۔ پشاور کی ایک جماعت ہے جس نے جماعتی لحاظ سے معقول حصہ لیا ہے اور اڑھائی ہزار روپیہ دیا ہے۔ باقی کسی جماعت نے جماعتی لحاظ سے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ ان میں سے بعض افراد نے اچھا حصہ لیا ہے۔ اسے اگر الگ کر دیا جائے تو جماعتی چندہ بہت کم رہ جاتا ہے۔ کلکتہ کے ایک دوست نے پانچ ہزار روپیہ دیا ہے مگر وہ ایک فرد ہیں جماعت ان کے چندہ کو اپنے چندہ میں شمار کرکے یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ کلکتہ کی جماعت کا بحیثیت جماعت کالج کا چندہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایسے افراد کے چندوں کو شمار کرکے جماعتوں کا یہ سمجھ لینا کہ انہوں نے کافی رقم دے دی ہے اِس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ ایک عورت کسی شادی میں شامل ہوئی۔ وہ بخیل تھی مگر اُس کی بھاوج حوصلہ والی تھی۔ اس عورت نے ایک روپیہ کا تحفہ دیا مگر اُس کی بھاوج نے بیس روپے کا۔ جب وہ واپس آئیں تو کسی نے اس بخیل عورت سے پوچھا کہ تم نے شادی کے موقع پر کیا خرچ کیا؟ اُس نے کہا کہ مَیں نے اور بھاوج نے اکیس روپے دیے ہیں۔ تو بعض افراد کے خاص چندوں کو جماعتوں کا اپنی طرف

منسوب کرنا ایسا ہی ہے جیسا اس بخیل عورت کا یہ کہنا کہ میں نے اور بھاوج نے اکیس روپے دیے ہیں۔ ان چندوں کو نکال کر اگر دیکھا جائے تو جماعتوں کی آنکھیں کُھل جائیں کہ انہوں نے کتنی کوتاہی کی ہے۔ مجلس مشاورت کے موقع پر مَیں نے توجہ دلائی تھی کہ غرباء کے لیے غلہ کی تحریک بہت اہم ہے۔ مَیں نے بتایا تھا کہ سرگودھا، لائلپور، منٹگمری اور ملتان کے اضلاع سے اگر زمین کے لحاظ سے بھی چندہ لیا جائے تو کافی غلہ جمع ہو سکتا ہے۔ جس شخص کی ایک مربع زمین ہو وہ بڑی آسانی سے من ڈیڑھ من غلہ اِس تحریک میں دے سکتا ہے۔ جس کی زمین ایک مربع ہو وہ چھ سات کیلے گندم ضرور کاشت کرتا ہے اور اگر اوسط پیداوار فی کیلہ بیس من بھی سمجھ لی جائے تو گویا اس کی کُل گندم 120 یا 140 من ہوگی اور اتنی گندم میں سے من ڈیڑھ من اس تحریک میں دے دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ ایک یا ڈیڑھ فیصدی پیداوار کا غرباء کے لیے دے دینا بالکل معمولی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب درختوں پر پھل آئیں یا کوئی فصل ہو تو غرباء کو فراموش نہ کرو اور ان کا حصہ ادا کرو۔3 مگر معلوم ہوتا ہے مجلس مشاورت میں جو نمائندے آئے تھے وہ سوئے ہوئے تھے جب مَیں نے یہ تحریک کی تھی۔ انہوں نے واپس جاکر اِس طرف کوئی توجہ نہیں کی اور نہ کوئی کام کیا اور نہ رپورٹ بھیجی اور نہ کوئی چندہ بھجوایا۔ حالانکہ ان اضلاع میں احمدیوں کی ملکیت قریباً ایک ہزار مربع اراضی ہوگی اور اگر فی مربع من ڈیڑھ من بھی چندہ وصول ہوتا تو بارہ تیرہ سَو من ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر ایک من ہی فی مربع دیا جاتا اور نادہندوں کو بھی چھوڑ دیا جائے تو کم سے کم سات آٹھ سَو من غلّہ پھر بھی ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر صرف اِس وجہ سے کہ مَیں نے دوبارہ اعلان نہیں کیا اِس طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ حالانکہ جب ایک دفعہ توجہ دلا دی جائے تو مومن کا فرض ہے کہ خود خیال رکھے۔

جیسا کہ مَیں بیان کر چکا ہوں کالج کے متعلق چندہ کا بھی یہی حال ہے اور جماعتی چندوں کی مقدار بہت کم ہے۔ ہاں پشاور اور حیدر آباد کی جماعتیں مستثنیٰ ہیں اُن کا چندہ جماعتی لحاظ سے ایک خاص مقدار میں آیا ہے۔ باقی قادیان کی بھی اور باہر کی جماعتوں نے بھی بہت کوتاہی کی ہے اور جماعتی لحاظ سے بہت کم توجہ کی ہے۔ اگر کئی سو افراد کی جماعت سے

سو دو سو روپیہ چندہ آ بھی گیا تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

پس میں جماعتوں کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ پہلا قربانی کا معیار ختم ہو چکا ہے اور وقت آ گیا ہے کہ اگر سلسلہ کا موجودہ بار اٹھانا ہے تو جماعت ایمان کا معیار بڑھائے۔ ایمان کے سابق معیار پر اب جماعت نئے بوجھوں کو نہیں اٹھا سکتی۔ 1944ء کا احمدی 1943ء کے احمدی سے ایمان میں بڑھے گا تب وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکے گا ورنہ ناکام ہو کر ذلت کا منہ دیکھے گا۔ پس دوستوں کو چاہیے کہ نئے ارادے اور نئے عزائم پیدا کریں ورنہ خطرہ ہے کہ خدانخواستہ 1922ء والی حالت نہ ہو جائے۔ جبکہ صدر انجمن ایسی مقروض ہو گئی تھی کہ کئی سالوں تک سخت مشکلات میں کام کرنا پڑا اور کئی سال تک یہ بوجھ نہ اُتر سکا۔ مگر مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ 1922ء کا احمدی وہ نہ تھا جو 1944ء کا ہے اور آج کا ایمان 1922ء کے ایمان سے بہت زیادہ ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ یقین ہے کہ ویسی حالت پھر نہ ہو گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے احمدیوں سے اِس سال ایک نیا عہد لیا ہے۔ خدا تعالیٰ دوستوں کو توفیق دے کہ وہ اپنے ایمان کے اونچے معیار کے مطابق قربانی کے معیار کو بھی بلند کر سکیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ[4] یعنی مومن کی نیت اُس کے عمل سے اونچی ہوتی ہے۔ اِس کے مطابق خدا تعالیٰ جماعت کو قربانیوں کے معیار کو بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا قربانی کا جو موقع بھی آئے ہمارے دلوں کی خواہش ہمیشہ ہماری قربانی سے بالا ہو"۔ (الفضل 15 / جون 1944ء)

---

1 : بخاری کتاب الاحکام باب قَوْلِ اللّٰہ تَعَالٰی أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

2 : الاعراف: 180

3 : كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام: 142)

4 : المعجم الکبیر جلد 6 صفحہ 228 مطبوعہ عراق 1979ء میں یہ الفاظ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔